اقرارالحسن: ڈبلیو۔ٹی سٹیڈ یا ریان پیری؟

تحریر: سہیل احمد لون

مادرِ جمہوریت برطانیہ میں آزدی رائے اور جرات اظہار کا جو حسن ہمیں آج نظر آتا ہے اس کی پیچھے ایک طویل جدوجہد ہے۔میڈیا پر جس طرح سے آج خبریں نشر ہورہی ہیں Victorian era میں اس کا تصور نہیں تھا۔تحقیقاتی صحافت ایک مشکل ترین کام ہوتا ہے جس میں بعض اوقات بڑے سنگین نتائج بھی بھگتنا پڑتے ہیں۔تحقیقاتی صحافت میں اکثر یہ چیز زیر بحث رہی ہے کہ کسی سٹوری کو حاصل کرنے کے لیے صحافی کس حد تک جاسکتا ہے؟ کیا Dark arts کو صحافت میں justifiy کیا جاسکتا ہے؟ تحقیقاتی صحافت کے بانی جناب ولیم تھامس سٹیڈ پہلے صحافی تھے جو Dark arts استعمال کرنے کے جرم میں پابند سلاسل ہوئے۔W.T.Stead پال مال گزٹ کے ایڈیٹر تھے جس میں معاشرے میں ہونے والی ناانصافیوں اور جرائم کی نشاندہی کرتے تھے۔اس وقت پریس اتنا فعال اور جدید نہیں تھا اور اشرافیہ کے علاوہ پڑھے لکھے لوگ بہت کم تھے۔ Stead کی دلچسپ تحقیقاتی کہانیاں عام لوگوں میں بہت جلد مقبول ہوگئیں اور اخبار کی تمام کاپیاں چند گھنٹوں میں فروخت ہوجاتیں۔چونکہ پڑھے لکھے افراد کم تھے جو پڑھنے کے قابل ہوتا وہ با آواز بلند اخبار پڑھتا اور باقی لوگ اُس بغور سنتے۔ 1885ء ولیم تھامس سٹیڈ کے پال مال گزٹ میں ایک سٹوری A child for thirteen bought in £5 شائع ہوئی۔اس دور میں لندن میں کم عمر لڑکیوں کی فروخت کا مکروہ دھندا ہوتا تھا۔Stead نے اپنے ایجنٹ کے ذریعے Aliza Armstrong نامی تیرہ برس کی کنواری بچی کو اس کی ماں سے پانچ پاؤنڈ میں خریدا۔اس کے بعد Stead نے لڑکی کا نام تبدیل کرکے Lilly رکھ کر آرٹیکل شائع کردیا۔سٹوری شائع ہونے کے بعد کھلبلی مچ گئی علیزہ آرمسٹرانگ کے باپ نے Stead اور اس کے ایجنٹ پر کیس کردیا۔عدالت میں سٹیڈ نے کہا کہ اس نے یہ سب کچھ ایک برائی کی نشاندہی کے لیے کیا تھا کیونکہ بلاواسطہ اس سے کئی با اثر افراد کے کردار پر بھی انگلی اٹھ رہی تھی۔انہوں نے بچی کے والدین پر دباؤ ڈالا کہ کیس واپس نہیں لینا۔سٹیڈ اور اس کے ساتھی کو Holloway جیل میں بھیج دیا گیا۔مگر Stead کی سٹوری کی وجہ سے ایک عوامی دباؤ بڑھا جس کی وجہ سے حکومت نے اخلاقی جرات کا مظاہرہ کرتے ہوئے concent age کا معیار تبدیل کرنا پڑا قانون میں تبدیلی کرکے معیار عمر 18 برس کردیا گیا جو آج تک قائم ہے۔ W.T.Stead کے اس Dark Art کو justified کیا گیا۔1912ء میں George Bernard Shaw نے اس کہانی کو ڈرامے کی صورت میں پیش کیا جو تھیٹروں میں بہت مقبول ہوا۔Sted کی تحقیقاتی صحافت نے آنے والی نسلوں میں جرات اظہار کا بیج بودیا۔جس کا اثر برطانیہ کے علاوہ دنیا کے دیگر ممالک میں بھی دیکھا گیا۔امریکہ کے سابقہ صدر بھی اسی Dark or dirty trick کا شکار بنے اور دو تحقیقاتی صحافیوں نے بالآخران کو استعفیٰ دینے پر مجبور کردیا۔برطانوی میڈیا میں مظہر محمود تحقیقاتی صحافت میں ایک معروف نام ہے جس نے درجنوں سکینڈل عوام الناس کے سامنے پیش کیے۔پاکستانی کرکٹ ٹیم کے تین کھلاڑیوں کو جیل تک پہنچانے میں

اس نے ایسے ہی Dark arts or dirty tricks استعمال کیں۔ Fake Sheikh کے نام سے جانے والے مظہر محمود کے بعض dirty tricks اس کے زوال کا سبب بنے۔ برطانوی میڈیا میں کافی ایوارڈز لینے والا جسے George Augustus Sala سے ملانا شروع کر دیا گیا تھا آج عدالتوں کے چکر کاٹ رہا ہے۔ جب کوئی صحافی Dark Art ذاتی مفاد، پیسے یا ریٹنگ کے لیے استعمال کرے تو اس میں public interest کا پہلو خارج سمجھا جاتا ہے۔ مظہر مجید کے بعض dark arts کو dirty tricks سمجھا جاتا ہے جس کو justified نہیں کیا گیا۔ 2003ء میں Mirror کے انڈر کور رپورٹر Ryan Parry نے جعلی دستاویزات بنا کر شاہی محل میں Footman کی ملازمت حاصل کر لی۔ Beckaingham palace میں ملازمت کے دوران اس نے خواب گاہ سے لیکر شاہی باورچی خانہ تک بآسانی رسائی حاصل کر کے تصاویر بھی بنا لیں۔ اس نے سٹوری اس وقت بریک کی جب امریکی صدر جارج بش برطانیہ کے دورے کے دوران شاہی محل میں ملکہ کی قدم بوسی کے لیے گئے تھے۔ Parry کے dark art پر سب سے زیادہ یہ تنقید ہوئی کہ اس نے شاہی محل میں کام حاصل کرتے وقت جس confidentiality and privacy agreement پر دستخط کیے تھے اس کو توڑا ہے جس اسے عدالتوں میں پیشی بھی بھگتنی پڑی۔ ریان پیری کا موقف تھا کہ وہ اتنی آسانی سے سارے سیکورٹی سسٹم کو دھوکہ دیکر شاہی باورچی خانہ اور خواب گاہ تک پہنچ گیا اگر میری جگہ کوئی دہشت گرد ہوتا تو آسانی کھانے میں زہر ملا سکتا تھا یا کوئی دہشت گردی کی کارروائی کر سکتا تھا۔ Parry کے اس dark art کو بھی justified کیا گیا اور اسے Scoop of the year کے ایوارڈ سے نوازا بھی گیا۔ اس سکوپ کے بعد recruiting process میں کافی تبدیلیاں لائیں گئیں۔ Parry کے شاہی محل تک رسائی میں تمام کوتاہیوں کے ذمہ داروں کے خلاف کارروائی ہوئی۔

حالیہ دنوں وطن عزیز میں ایک نجی چینل کے معروف تحقیقاتی رپورٹر اپنے ساتھی، جس کے پاس اسلحہ تھا سندھ اسمبلی کے چیمبر ہال تک پہنچ جاتا ہے۔ Scoop حاصل کرنے کے لیے وہ Dark art کا استعمال کرتا ہے۔ جب وہ اسمبلی میں یہ دکھاتا ہے کہ اس کا ساتھی بغیر کسی مشکل کے اسلحہ سمیت اسمبلی کے فلور تک پہنچ گیا ہے تو ان دونوں کو گرفتار کر لیا جاتا ہے۔ اقرار الحسن کے Dark art کو کچھ لوگ dirty tricks کا نام دے رہے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نے کہیں نہ کہیں قانون توڑا ہے مگر اس کا مقصد یہ ثابت کرنا تھا کہ ہمارے سیکیورٹی میں بہتری کی گنجائش ہے۔ تعجب کی بات ہے کہ صحافی برادری اس بات پر سیخ پا ہو رہی ہے کہ اقرار الحسن کے اس اقدام کے بعد ان کو بھی ''عام'' لوگوں کی طرح تلاشی دے کر داخل ہونا پڑ سکتا ہے۔ جہاں تک تلاشی کا تعلق ہے تو اس کے لیے تو ہر شخص کو اپنے آپ کو رضا کارانہ طور پر پیش کرنا چاہیے۔ برطانیہ کے پارلیمنٹ ہاؤس میں داخل ہونے سے قبل ہر کوئی سیکورٹی کے مراحل سے گزرنے میں کوئی شرم محسوس نہیں کرتا۔ گزشتہ برس رمضان میں ملک ریاض جیسے بزنس ٹائی کون کو بھی اس عمارت میں داخل ہونے سے قبل ہمارے ساتھ لائن میں لگ کر تلاشی دینا پڑی جو ایک عمومی سی بات ہے۔ ہمیں وطن عزیز میں ایسا کرتے کیا چیز روکتی ہے؟ وی آئی پی کلچر کے خلاف لکھنے اور بولنے صحافی حضرات خود بھی وی۔ آئی۔ پی کلچر ایک اہم جزو ہیں۔ William Thomas Stead کو جب Dark art کے جرم میں پابند سلاسل کیا گیا تو اس وقت تک جمہوریت نے برطانیہ میں قدم نہیں رکھا تھا۔ مگر Ryan Parry کے Dark art تک

جمہوریت اتنی مضبوط ہوچکی تھی کہ شاہی محل کا گستاخ جیل میں ڈالنے کی بجائے Scoop of the year کے ایوارڈ سے نوازا گیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اقرار الحسن اپنے Dark art کو کس طرح Justify کر پاتا ہے؟ کیا وہ جمہوریت سے پہلے کا William Thomas Stead ثابت ہوتا ہے یا پھر جمہوریت کے تن آور سائے دار درخت کی سائے میں پلنے والا Ryan Parry' حکومت کے اسی رویے نے اپنے جمہوری رویے کی وضاحت بھی کرنی ہے۔

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن-سرے

30-04-2016